حضرت عطا شہیدؒ کا تحقیقی ذوق

مولوی عمران ممتاز

جمعہ ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۰/ اپریل ۲۰۱۲ء کو راولپنڈی کے مضافات میں واقع حسین آباد (کورال چوک) نامی دیہات میں رونما ہونے والے فضائی حادثے نے جہاں کئی آنکھوں کو اشکبار چھوڑا ہے، وہاں اس حادثے کی نذر ہونے والی کئی ہستیوں کی یادوں کے اجالے بھی تادیر باقی چھوڑے ہیں۔

استاذ محترم حضرت مولانا عطاء الرحمن شہید نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ ایک جامع شخصیت تھے، جن کی ہر صفت کو اگر زیبِ قرطاس کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہوسکتی ہیں، ایسا کیوں نہ ہو؟ علم اور اہل علم کی محبت اللہ اور اس کے حبیب رسول ﷺ سے والہانہ عشق و محبت طلبہ کے ساتھ خصوصی شفقت، حضرت بنوریؒ سے بے پناہ عقیدت اور جامعہ سے فدائیت وفنائیت کا تعلق، دنیا کی بے ثباتی پر یقین اور زہد کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہونا، تربیت کا عمدہ انداز، جیسی یکتا صفات ان کا طرہ امتیاز تھا۔ وہ اپنی ذات میں اک انجمن اور کئی قابل تقلید اوصاف کے جامع تھے۔

ولیس علی اللہ بمستنکر
أن یجمع العالم فی واحد

استاذ محترمؒ تحقیق و تدقیق کے میدان میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے، اس فن میں ان کا منفرد انداز تھا، وہ آج کل کے ایسے روایتی محققین کی من گھڑت اور خود ساختہ تحقیقات سے ناخوش تھے۔ جو دین کو زمانے کے رنگ میں رنگنا دین کی خدمت سمجھتے ہیں۔ درس کے دوران بسا اوقات ان لوگوں پر نکیر فرماتے جو اپنی جیبوں میں اپنے من پسند فیصلوں کے لئے آیات یا احادیث کی فوٹو کاپیاں لئے پھرتے ہیں اور تحقیق کے نام پر لوگوں بلکہ علماء کے دلوں میں شکوک وشبہات کے ایسے بیج بوتے ہیں، جو مناسب موقع پر مناسب تدابیر اختیار نہ کرنے کی وجہ سے تناور درخت کی صورت اختیار کر سکتے ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ جب استاذ محترمؒ درس پڑھانے سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ

کے دروازے سے نکل رہے تھے تو ایک ایسے شخص نے ان کی طرف اپنی لکھی ہوئی تفسیر بڑھائی جو تفسیر قرآن کے لئے ضروری علوم پر قادر نہ تھے، حضرت استاذؒ نے پہلی سورت (سورۃ الفاتحہ) کے پہلے لفظ (الحمد للہ) سے متعلق ان سے پوچھا کہ آپ نے اس کا ترجمہ کیا ہے، ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں'' اس میں لفظ ''تمام'' کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ اس پر وہ صاحب لاجواب ہوگئے، استاذ محترمؒ نے فرمایا کہ: اگر آپ مدرسہ میں جاکر اس فن کے ادنیٰ طالب علم سے بھی یہ سوال پوچھیں گے تو وہ آپ کو جواب دے دے گا۔ اس مناقشہ سے ان کی غرض صرف لاجواب کرنا نہیں تھا، بلکہ مذکورہ بالا فاسد نظریہ اور لادینی کی تحریک کا انسداد مقصود تھا۔

حضرت استاذؒ جس علم یا فن میں بات کرتے تحقیق وتدقیق کے ساتھ سیل رواں کا مظہر بن جاتے۔ تفسیر وحدیث کے درس کے دوران عشق الٰہی اور عشق نبوی میں ڈوبتے ہوئے وہ نکات بیان فرماتے جو کسی بھی شرح میں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتے۔ کبھی کبھار وجد میں آکر فرماتے: یہ بحث کسی شرح میں نہیں ملے گی، یہ صدر کی شرح سے ہے۔ حضرت شہیدؒ کو فقہ سے بھی حظ وافر عطا ہوا تھا، جس کا اندازہ ان فقہی دقائق سے ہوتا تھا جو وہ دورانِ درس بیان فرماتے تھے۔ اردو اور عربی ادب میں ان کی مہارت اپنی مثال آپ تھی۔ علوم آلیہ میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، جس کی گواہی ہر وہ شخص دے سکتا ہے جسے ان سے استفادہ کا موقع نصیب ہوا ہو۔ بندہ کو چوں کہ استاذ محترم حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ سے نفحۃ العرب، (نثر ونظم) شرح ملا جامی، تفسیر بیضاوی، صحیح بخاری (جلد دوم) اور صحیح مسلم (جلد دوم) پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے، لہذا استاذ محترمؒ کی مختلف علوم میں مختلف تحقیقات کا ذخیرہ دل ودماغ میں موجود ہے، جس میں سے کچھ نمونے، ''مشتے نمونہ ازخروارے'' کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں:

مشاجراتِ صحابہؓ کے متعلق حضرتِ استاذ احادیث کی دل ربا تشریح فرماکر عموماً فرماتے: اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو اس سے بچایا ہے، اللہ ہماری زبانوں کو بھی اس سے بچائے۔ فرماتے: صحابہ کے متعلق ہمیشہ اچھا خیال وگمان رکھیں۔ حدیث واقعۂ افک میں مذکور حضرت علیؓ کی رائے "لم یضیق اللہ علیک والنساء سواھا کثیر" کی پُرحکمت توضیح کرنے کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ کے درمیان ہونے والی گفتگو جو بظاہر تلخ کلامی محسوس ہوتی ہے، کی تشریح ایسے عمدہ انداز میں پیش کرتے کہ ہر اشکال دم توڑ دیتا اور مثال میں یہ واقعہ پیش کرتے کہ مجھے ایک جگہ کسی خاندانی جھگڑے میں حکم بنایا گیا، ان میں ایک بڑے میاں تھے جو بے حد باوقار اور سنجیدہ انسان تھے، جس کا اندازہ ان کی گفتگو سے لگایا جاسکتا تھا، لیکن بات چیت کے دوران فریق مخالف میں سے ایک نوجوان اٹھا، جس نے قوم پرستی پر مبنی کوئی بات کہی، جس پر یہ بڑے میاں چراغ پا ہوگئے اور اسے برا بھلا کہا، مقصد اس کا یہ تھا کہ اگر یہ پوری قوم کی نمائندگی

کرتے ہوئے جواب نہ دیتے تو فریقین کے دست وگریباں ہونے کا اندیشہ تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ ادانہیں کیا، اگر ادا کیا ہوتا تو حضرت ابن عمرؓ پر مخفی نہ ہوتا۔ جبکہ دیگر صحیح روایتوں میں اس عمرہ کا ذکر ہے، جس سے استاذ محترمؒ بڑی عمدگی سے اس بات پر استدلال فرماتے کہ جس طرح عمرۂ جعرانہ، حضرت ابن عمرؓ پر مخفی رہا، تو اس میں کیا بعد ہے کہ رفع یدین کا نسخ بھی ان پر مخفی رہا ہو، جبکہ مسند حمیدی کے پرانے طبع میں (جو کہ جامعہ کے کتب خانہ میں موجود ہے) حضرت ابن عمرؓ کے عدم رفع یدین کا ذکر ہے اور حمیدی، امام بخاری کے استاد بھی ہیں۔

حدیث (لاعدوی ولاطیرۃ) کی سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ایسی دلنشین تشریح فرماتے کہ دل باغ باغ ہو جاتا۔ موجودہ زمانہ کے بعض وہ متجددین جو قربانی کرنے کو مال کا ضیاع گردانتے ہیں اور اس کے بدلے مالی صدقے کو مسلمانوں اور خلق خدا کی صلاح شمار کرتے ہیں، ان کے اعتراضات کو مدنظر رکھتے ہوئے قربانی کے معاشرتی، معاشی اور اقتصادی فوائد کو بیان کرتے کہ اس میں کن کن لوگوں کو روزگار کے مواقع میسر آتے ہیں اور اس کے گوشت سے غریبوں کی کن طریقوں سے مدد کی جاتی ہے۔

حدیث میں مذکور ربیع قبل القبض کی نہی کی حکمت یہ بیان فرماتے کہ: اگر خریدنے والا، قبضہ اور وزن کرنے سے پہلے اسی جگہ پر بیچے گا تو درمیان میں زیادہ واسطے آتے اور اسی جگہ بکنے کی وجہ سے وہ چیز اپنی حقیقی قیمت سے کئی گنا مہنگی بکے گی، حتی کہ اصول فقہ کی بعض کتابوں میں یہ بحث ملتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ غیر فقیہ صحابی کی روایت پر قیاس کو مقدم کرتے ہیں، اس کو بنیاد بنا کر بعض لوگ حضرت امام صاحبؒ پر بہت زبان طعن دراز کرتے ہیں، استاذ محترم بیان فرماتے کہ: یہ امام صاحبؒ کا قول نہیں، بلکہ عیسی بن ابان کی طرف منسوب ہے، جب کہ اس نسبت میں بھی کلام ہے۔ اور یہ اصول اپنے لفظی اور تعبیری ضعف کی وجہ سے پیچیدگی کا شکار ہوا ہے۔ اس غلط بیانی اور غلط تشہیر کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جن کی عقلیں فقہ واصول فقہ کی باریکیوں کے ادراک سے عاری وعاجز ہیں۔

استاذ محترمؒ کو ادب عربی واردو سے گہرا لگاؤ تھا، جس کا ظہور درس کے دوران موقع بموقع ان اشعار سے ہوتا جنہیں حضرت استاذ استشہاد کے طور پر پڑھا کرتے تھے، وہ جدید لفظ کا مأخذ اور پھر اس کی لفظی مناسبت بھی بتاتے، مثلاً: لفظ ''القافلۃ'' کے متعلق بتاتے کہ یہ ''القفول'' سے ہے، جس کے معنی واپس لوٹنے کے ہیں، قافلہ کو قافلہ تفاؤلاً کہا جاتا ہے۔ روزمرہ کی گفتگو میں بولے جانے والے الفاظ پر بھی حضرت الاستاذ کی گہری نظر ہوتی اور ان کی ایسی انوکھی مناسبت بیان فرماتے کہ

عقلیں دنگ رہ جاتیں، لفظ ''نائی'' کے متعلق ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ یہ میرے خیال سے ''الناعی'' سے ہے، نعی ینعیٰ نعیاً کے معنی ہیں ''موت کی خبر دینا'' یہ لوگ چوں کہ عموماً گاؤں دیہات میں یہ فریضہ بھی انجام دیتے ہیں، لہذا انہیں ''ناعی'' کہا گیا۔ جس کی بگڑی ہوئی صورت لفظ ''نائی'' ہے۔ اردو ادب میں تذکیر وتانیث، تلفظ ولہجے کا خاص خیال رکھتے اور مزید توثیق کے لئے سردست لغت دیکھتے، جس سے سامنے والا تحقیق کی عادت اپنانا سیکھتا۔ تقدم ذاتی اور تقدم زمانی میں فرق کو چابی اور ہاتھ کے گھمانے سے سمجھاتے کہ ذات کے اعتبار سے گھومنے میں مقدم ہاتھ ہے، چابی مؤخر، لیکن زمانہ دونوں کا ایک ہے۔ عرض کے عدم انتقال کو عطر اور اس کی خوشبو سے سمجھاتے کہ خوشبو بغیر جوہر (عطر) کے دوسری شیشی میں منتقل نہیں ہوسکتی۔

جام شہادت نوش فرمانے سے کچھ عرصے پہلے ہی مسلم شریف میں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالے سے موجود روایت **"اذنک علیّ ان ترفع الحجاب"** پر تحقیق فرمارہے تھے، عام شراح کے برعکس حضرت الاستاذ اس کا معنی یہ بیان فرماتے: **اذنی ایاک ان تجدالحجاب مرفوعاً (ای لاتحتاج الیٰ استئذان معتاد) بل یکفیک ان تری الحجاب مرفوعاً** یعنی جب پردہ اٹھا ہوا ہوتو آپ کے لئے میری طرف سے اندر آنے کی اجازت ہے، کسی اور طرح کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس صورت میں سوال یہ ہوتا ہے کہ ان کے لئے تخصیص کیا ہے؟ اس کا جواب یہ دیتے کہ باقی حضرات صحابہ تو پردہ اٹھا ہوا دیکھ کر بھی اجازت طلب کرتے جبکہ حضرات ابن مسعودؓ کو اس کی بھی ضرورت نہ تھی۔ اس تقریر کے لئے درج ذیل دلائل پیش کرتے:

الف: مسلم شریف میں ایک نسخہ (یرفع) یاء کے ساتھ ہے جو اس تشریح کے لئے مؤید ہے۔

ب: علامہ نوویؒ نے اس پر عنوان قائم کیا ہے، **"باب جواز جعل الاذن رفع حجاب او غیرہ من العلامات"** بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے۔

ج: علامہ اُبی شارح مسلم کی شرح سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

بہرکیف حافظۂ خیال کی مدد سے یہ چند مثالیں بطور نمونہ عرض کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ورنہ بلاناغہ قرآن وسنت کا بھرپور شغف کے ساتھ درس دینے والے استاذ محترمؒ کے ایسے کئی علمی، تحقیقی وتدقیقی نکات مرتب ہوسکتے ہیں، جن کے کے لئے شاید کئی دفاتر بھی کم ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے استاذ محترم کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے سکھائے اور دکھائے ہوئے راستوں پر ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ شبانہ روز محنت سے آگے بڑھنے کی توفیق وہمت مقدور فرمائے، آمین